ترکی یورپی یونین کا رُکن کیوں نہیں بن سکتا؟

حالاتِ حاضرہ

فرید زکریا

ایک سوال ہے:- گزشتہ دو برس سے زائد عرصہ سے کس ترقی پذیر ملک نے دنیا میں سب سے زیادہ ڈرامائی انداز میں معاشی' سیاسی اور معاشرتی اصلاحات کیں؟ اس سوال کے جواب کیلئے چند اشارے پیش ہیں: اس ملک نے اپنی معیشت پر پابندیاں اٹھائیں' ٹیکس کے قانون کو سادہ ترین کیا اور اپنے ملکی محاصل کو حسب ضابطہ لایا جس کے نتیجے میں امسال 8.2 فیصد نمو ہوئی اور پیداواری صلاحیت میں 10 فیصد اضافہ ہوا۔ اس ملک نے بڑی بڑی اصلاحات کے 9 پیکیجز پاس کیے' جن کی وجہ سے حکومت میں فوج کے اثر میں کمی واقع ہوئی۔ سیاسی اختلاف رائے اور مذہبی انفرادیت کو برقرار رکھا گیا۔ اذیت کے خلاف ٹھیک ٹھیک قوانین بنائے گئے۔ سزائے موت کو ختم کیا اور عرصہ دراز سے مغلوب اقلیت کو ٹھوس حقوق دیئے گئے۔ ان تمام اشارات اور اصلاحات کا جواب ترکی ہے۔ اگر یہ مشرق وسطیٰ کے کسی علاقے میں مسلمان ملک نہ ہوتا تو اس کی کارکردگی بڑی حیران کن ہوتی۔ لیکن گزشتہ ہفتے کے واقعات کی وجہ سے ترکی کی تاحال یورپی یونین کی رکنیت حاصل کرنے کی تمام جستجو اور تگ ودو ناکام ہو سکتی ہے۔

بدکاری کو ایک مذموم جرم کی حیثیت سے ترک حکومت کے قانون متعارف کروانے پر اصرار نے شاید معاملات کو خراب کر دیا ہے۔ وزیراعظم رجب طیب اردگان نے غصے سے نشاندہی کی ہے کہ بدکاری کا ایشو ان معیارات کا حصہ نہیں ہے' جو کہ یورپی یونین نے وضع کئے ہیں۔ وہ تکنیکی طور پر درست ہیں' مگر سیاسی طور پر احمق ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یورپ میں بیشمار ایسے لوگ موجود ہیں جو ترکی کو یورپی یونین سے دور رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ ترکی ایک بڑا مگر غریب ملک ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ شاید یہ ایک مسلمان ملک ہے۔ بدکاری کا قانون انہیں ایک اعلیٰ سطح پر عوامی ایشو دیتا ہے' تاکہ وہ اپنے خدشات کو علامتی طور پر ظاہر کر سکیں۔

لیکن پھر بھی اگر بدکاری کا قانون منظور ہو جاتا ہے' پھر کیا ہوگا؟ اس معاملے میں یورپ کا شدید جذباتی ہیجان فضول ہے۔ بہت سے لوگ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ یہ یورپ میں اسلام کے خطرات کو ظاہر کرتا ہے۔ کیا یورپی اپنی تاریخ فراموش کر چکے ہیں؟ بدکاری دس احکام موسوی میں منع ہے اور تقریباً حال تک ہر یورپی ملک میں ایک مذموم جرم رہا ہے۔ آئرلینڈ نے اس قانون کو 1981ء میں ختم کیا۔ فرانس نے 1975ء میں اور اٹلی نے 1988ء میں ختم کیا۔ امریکہ میں 23 ریاستوں کی کتابوں میں ابھی تک یہ قوانین موجود ہیں۔ مجھے غلط نہ سمجھیں' ترکی کے قانون میں میری مخالفت ہوئی ہے' لیکن ترکی جیسے ترقی پذیر ملک کو 2004ء سے قبل جدید یورپ کے معیاروں پر رکھنے کیلئے ایسا دکھائی دیتا ہے کہ کوئی کمی رہ گئی ہے۔ اگر ترکی مکمل طور پر جدید طرز کا معاشرہ ہے تو اسے یورپی یونین کی رکنیت کی ضرورت نہیں ہے۔ علاوہ ازیں اگر ترکی کو یورپی یونین کا رکن بننا ہے' اس سے پہلے کہ یورپی عدالتیں اس بدکاری کے قانون کے خلاف کوئی فیصلہ کریں' ترکی کو اس سے قبل ہی اسے فوری ختم کرنا پڑے گا۔

بدکاری پر اس موجودہ ہلڑ بازی میں جو کچھ کھویا جا رہا ہے' وہ یہ ہے کہ گزشتہ ہفتے جب اس طرح کے معمولی ایشو پر بحث ہو رہی تھی' ترک پارلیمنٹ نے 218 قوانین منظور کئے جس نے ترک پینل کوڈ کو یورپی یونین کے معیار کے مطابق وضع کیا۔ ترکی کے اصلاحات کرنے کا جو ریکارڈ ہے' وہ یورپی یونین کی رکنیت کے گزشتہ امیدواران کی اصلاحات کے مساوی ہے۔ یورپیوں کا ایک نمایاں گروہ جس میں فن لینڈ کے سابق وزیراعظم مارتی اہتساری بھی شامل ہیں' نے دو ہفتے قبل ایک رپورٹ شائع کی جس میں یہ نشاندہی کی گئی کہ ترکی دوسرے دو یورپی یونین کی رکنیت کے خواہاں ممالک بلغاریہ اور رومانیہ سے اچھی طرح موازنہ کرتا ہے اور جو کچھ حقیقت میں کھویا جا رہا ہے' شاید کہ سب سے اہم نکتہ ہے۔ یہ تمام ترقی کرتی ہوئی اور جدت اختیار کرتی ہوئی تحریکات برسر اقتدار جماعت کی طرف سے ہیں' جو عوام کی نمائندگی کرتی ہے' جبکہ اس کے برعکس عرب دنیا میں بہت زیادہ آزاد خیال افراد ایسے ہیں' جو غیر منتخب لوگ ہیں۔ دی اے کے جماعت نے یہ دکھایا ہے کہ اسلام سے عقیدت مکمل طور پر آزاد خیال پسندی' پلورل ازم اور جمہوریت سے مانوس ہے۔ اسی وجہ سے آج کی دنیا میں یہ جدید اسلام کی ایک بہت بڑی علامت ہے۔ ایک ایسی علامت جس کی بازگشت مشرق وسطیٰ' یورپیوں کی اپنی مسلمان آبادی اور دوسری اسلامی دنیا میں سنی جا سکتی ہے۔

کئی عشروں تک لوگوں نے ترکی کو مسلم سیاست کے نمونے کے طور پر تصور کئے رکھا' لیکن جیسا کہ گراہم فلر نے جریدے دی واشنگٹن کوارٹرلی میں اپنے ایک مضمون میں نشاندہی کی ہے انہوں نے ترکی کے بارے میں مغرب کے خیالات کو ایک خیالی پلاؤ کا نام دیا ہے۔ اتاترک کی شدید سیکولر جمہوریہ' امریکہ اور اسرائیل کی اتحادی رہی اور اس نے کبھی بھی مسلمانوں کے دلوں کو تحریک نہیں دی۔ یہاں تک کہ اب دی اے کے جماعت بدل گئی ہے۔ ترکی کے سیکولرازم مقاصد کو نرم کرتے ہوئے شفاف حکومت پر زور اور مشرق وسطیٰ تک رسائی حاصل کرتے ہوئے یہ مسلمانوں کیلئے زیادہ میل جول رکھنے والا نمونہ بن رہی ہے' لیکن اس امیج کی تعمیر کیلئے اسے لازمی طور پر کچھ کرنا چاہئے جو مسلمان عوام کی دلچسپیوں کی عکاسی کرے نہ کہ مخصوص طبقات کی۔

ایسے قوانین ہونے چاہئیں جو ہر مسلمان ملک میں گہری دلچسپی کی عکاسی کریں' وہ جدت اختیار کریں اور فراخدل اور عیاش ہو جائیں۔ یہ دلچسپی مثالی طور پر اسلامی نہیں ہے۔ مغربی دنیا میں ہر قدامت پسند تحریک اور جماعت گزشتہ دو صدیوں سے اس بارے میں گہری تشویش رکھتی ہے۔ بالآخر یورپی یونین کا فیصلہ ترکی کی کارکردگی کے بارے میں نہیں ہوگا' جو کسی کی توقع سے بھی بہتر ہے۔ یہ یورپ کی طرف سے وضع کیا جائے گا جو کہ مستقبل کے بارے میں یا تو پرامید ہے یا خوفزدہ ہے۔ پہلی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی اپنی لیبر کی کمی اور مسلمان آبادی سے وابستہ مسائل کے حل کیلئے معاونت فراہم کرے اور پوری دنیا میں ایک مضبوط مثال قائم کرے۔ دوسری بات جرمن قدامت پسندوں کے رہنما انجیلا سرکل نے بڑے بہتر انداز میں کی ہے' وہ ترکی کی رکنیت کے شدید مخالف ہیں۔ اس نے ان مثبت اثرات کو تسلیم بھی کیا ہے' لیکن انہوں نے حال ہی میں کہا ہے "میں باطن کو دیکھ رہی ہوں" مگر افسوس آج بھی کئی ایسے یورپی رہنما ہیں' جو صرف اندر کی طرف دیکھتے ہیں۔

(بشکریہ "نیوز ویک" ترجمہ ظفر اقبال)